پیغامِ سیرت

جہاد۔ حقیقت، ضرورت و اہمیت

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

لغوی و اصطلاحی تشریح

لغت میں لفظ جہاد فعال کے وزن پر جَاھَدَ یُجَاھِدُ کا مصدر ہے اور اس کا مادہ ج ھ د ہے، جو مشقت اور کوشش پر دلالت کرتا ہے۔ ثلاثی کے مصدر جَھْدٌ و جُھْدٌ آتے ہیں۔ دونوں کے معنی وسعت، طاقت، تعب اور مشقت کے ہیں۔ بعض اہل لغت کے نزدیک لفظ جَھْدٌ زبر کے ساتھ مشقت کے معنی میں آتا ہے اور جُھْدٌ پیش کے ساتھ وسعت اور طاقت کے معنی میں آتا ہے۔

اصطلاح میں جہاد اور مجاہدہ دشمن سے مدافعت میں پوری قوت صرف کرنے کا نام ہے۔(۱)

پس قرآن وسنت کی اصطلاح میں اللہ کی رضا اور خوشنودی، اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور حق اور سچائی کی اشاعت وحفاظت میں کمال درجے کی جانی، مالی، زبانی اور قلم کی سعی وتوانائی خرچ کرنے کا نام جہاد ہے۔ اس سعی وکوشش میں مال واولاد اور جان کا خوف وغیرہ جو چیز بھی حائل ہو اس کو ہٹا دینا ضروری ہے، جیسے ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآءُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ O (۲)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں

۱۔ راغب اصفہانی۔ المفردات: ص ۱۰۱ ۲۔ التوبہ: ۲۴

اور تمہارا کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) بھیج دے، اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

یعنی اگر تمہیں اپنے ماں باپ، بیٹے، بھائی، اموال تجارت اور مکان وغیرہ اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم بھی کافروں کے ساتھ عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔ جو حال ان کا ہوگا وہی تمہارا بھی ہوگا۔ اللہ نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

زہر بن معبد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے (حضرت) عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوائے اپنی جان کے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ، قال فانت الآن واللہ احب الی من نفسی، فقال رسول اللہ ﷺ الآن یا عمر (۳)

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا خدا کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا اب اے عمر! (تو مومن ہوگیا)

یہ کوشش زبان سے بھی ہوتی ہے اور مال سے بھی، اپنی عمر اور وقت صرف کرنے سے بھی ہوتی ہے، محنت و مشقت اٹھانے سے بھی، دشمنوں سے لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی، غرض جس وقت جس محنت اور سعی کی ضرورت ہو اور جو سعی جس کے امکان میں ہو وہ اس کوشش میں داخل ہے، سو جس شخص میں جنگ کی طاقت نہیں اور اس نے مال یا سامان جنگ دیا تو وہ بھی مجاہد ہے جس نے زبان سے دعوت و تبلیغ کی وہ بھی مجاہد ہے، البتہ اگر کوئی مسلمان جنگ کی طاقت رکھنے کے باوجود اس سے پہلو تہی کرے تو اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔

جہاد کی ترغیب

قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (۴)

۳۔ مسند احمد: ج ۵، ص ۴۴۲، رقم ۱۸۴۸۲ ۴۔ الانفال: ۶۵

اے نبی (ﷺ)! آپ مومنوں کو جہاد پر رغبت دلایئے۔

اور ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (۵)

اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ (کفر کا) فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

اگر یہ لوگ اپنے کفر و شرک پر قائم رہیں تو تم بھی ان سے جہاد و قتال کرتے رہو، یہاں تک کہ کافروں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے کسی قسم کے فتنے و فساد کا اندیشہ نہ رہے۔ یہاں فتنے سے مراد کفر کا غلبہ ہے۔ جب کفر کو غلبہ ہوتا ہے تو اسلام کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ پس تم کافروں سے اس وقت تک قتال کرتے رہو جب تک کہ اللہ کا حکم علی الاعلان جاری و نافذ نہ ہو جائے اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب نہ آ جائے اور کفر میں مزاحمت کی سکت باقی نہ رہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا ابا سعيد! من رضى بالله ربا، وبالاسلام دينا، وبمحمد نبيا، وجبت له الجنة، فعجب لها ابو سعيد فقال اعدها على يا سول الله! ففعل ثم قال واخرٰى يرفع بها العبد مأة درجة فى الجنة، مابين كل درجتين كما بين السماء والارض. قال وماهى؟ يارسول الله! قال الجهاد فى سبيل الله، الجهاد فى سبيل الله (۶)

اے ابوسعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو، اس کے لئے جنت واجب ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوسعید کو تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ پھر فرمائے یارسول اللہ! آپ نے پھر (یہی) فرمایا اور فرمایا کہ ایک عمل اور بھی ہے جس کی وجہ سے بندے کو جنت میں سو درجے ملیں گے اور ایک درجے سے دوسرے درجے تک اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ حضرت ابوسعید نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔

نیز ارشاد ہے:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

۵۔ الانفال: ۳۹

۶۔ مسلم: ج ۳، ص ۲۵۵، رقم ۱۸۸۴

وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ الَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَO (۷)

اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا اپنی موت مرجاؤ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو ضرور اللہ ہی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

یہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی ہے کہ جہاد میں مارا جانا دنیاوی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اس لئے کہ زندگی کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان اپنی محنت ومشقت سے کچھ مال ومتاع جمع کر کے اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے برخلاف اللہ کی راہ میں مارے جانے سے اس کا صلہ اللہ کی رحمت ومغفرت کی شکل میں ملتا ہے، جو دنیاوی مال ومتاع، اس کی لذتوں اور منفعتوں سے بہتر ہے۔ دنیا اور اس کا تمام مال ومتاع اور منافع سب فانی اور چند روزہ ہیں اور ان کو جمع کرنے والا اس دنیا میں مہمان ہے۔ عین ممکن ہے کہ ان چیزوں کو نہایت محنت وجاں فشانی سے جمع کرنے والا ان سے فائدہ اٹھانے سے پہلے ہی چل بسے یا یہ مال اس سے جاتا رہے۔ لہٰذا دنیاوی مال ومتاع اور فوائد کے فوت ہوجانے پر حسرت و افسوس کرنے کی بہ جائے جہاد ترک ہونے پر حسرت وافسوس کرنا چاہئے۔

حقیقت میں نہ تو سفر و جہاد کسی کی موت کا سبب ہیں اور نہ سفر و جہاد کا ترک کرنا موت سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔ آدمی کو گھر بیٹھے بٹھائے بھی موت آجاتی ہے اور بہت سے لوگوں کو جو ہمیشہ سفر و جہاد میں رہتے ہیں موت نہیں آتی۔ پس اگر کوئی شخص گھر میں بیٹھے بٹھائے مرجائے یا میدان جنگ میں قتل ہوجائے یا ملک میں سفر کرتے ہوئے چل بسے تو ہر حال میں اسے لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے جہاں وہ اپنے اعمال کا اچھا یا برا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ لہٰذا جس موت کے نتیجے میں اللہ کی رحمت ومغفرت حاصل ہو وہ دنیاوی مال ومتاع سے بہتر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لغدوة فی سبیل الله او روحة خیر من الدنیا ومافیها (۸)

اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ج لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۹)

۷۔ آل عمران: ۱۵۸،۱۵۷ ۸۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۱، رقم ۲۷۹۲ ۹۔ النساء: ۸۴

اللہ کی راہ میں قتال کیجئے۔ آپ پر اپنی ذات کے سوا کسی کی ذمے داری نہیں۔ اور آپ مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیجئے۔ عجب نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کو روک دے۔

اس آیت میں اللہ نے آپ کو اللہ کی راہ میں جہاد کا حکم دیا ہے۔ خواہ کوئی آپ کے ساتھ جہاد میں جائے یا نہ جائے۔ آپ تو صرف اپنی ذات کے مکلف ہیں۔ کسی کی مخالفت اور ان کا آپ کی مدد نہ کرنا آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور نہ آپ سے ان کے فعل کا مواخذہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرتے رہئے، کیوں کہ آپ کا کام تو صرف پہنچا دینا اور ترغیب دینا ہے۔ عین ممکن ہے اللہ جنگ ہی کو روک دے اور کافر پست ہمت ہو کر مقابلے پر ہی نہ آسکیں۔

ابوعبس (عبدالرحمٰن بن جبر) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مااغبرت قدما عبد فی سبیل الله فتمسه النار (۱۰)

جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے انہیں (جہنم کی) آگ نہ چھوئے گی۔

اور ارشاد ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ط وَمَنْ يُّقَا تِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O (۱۱)

پس جو لوگ حیات دنیا کو آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں ان کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے اور جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے پھر وہ مارا جائے یا (دشمن پر) غالب آجائے تو ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومنوں کو چاہئے کہ ان لوگوں سے جہاد کریں جو اپنے کفر اور عدم ایمان کے باعث اپنی آخرت کو برباد کر کے دنیا بناتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا کبھی نقصان نہیں اٹھاتا۔ اگر قتل ہو گیا تو بھی اجر وثواب پاتا ہے اور غالب رہا تو بھی اجر وثواب حاصل کرتا ہے۔

حضرت ابن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یغفر للشهید کل ذنب الاالدین (۱۲)

شہید کا ہر گناہ بخش دیا جائے گا سوائے قرض کے۔

جہاد محض لڑائی اور جنگ وجدل کا نام نہیں، جیسا کہ بہت لوگ سمجھتے ہیں اور مخالفین ومعاندین اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کی فوج سے تو خاص

۱۰۔ بخاری: ج۲،ص۲۲۶، رقم ۲۸۱۱　　۱۱۔ النساء: ۷۴　　۱۲۔ مسلم: ج۳،ص۲۵۶، رقم ۱۸۸۶

اوقات ہی میں آمنا سامنا اور مقابلہ ہو سکتا ہے جب کہ مومن کی تو ساری زندگی ہی جہاد میں بسر ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا O (۱۳)

آپ کافروں کا کہنا نہ مانیئے اور ان سے جہاد عظیم کیجئے۔

سورۃ فرقان مکی ہے اور یہ بھی طے شدہ اور متفقہ امر ہے کہ تلوار سے جہاد کا حکم ہجرت مدینہ کے بعد ہوا۔ پھر اس آیت میں کون سے جہاد کا حکم دیا جار ہا ہے۔ ظاہر ہے یہاں تلوار سے جہاد کا حکم نہیں بل کہ اس سے وہ تکلیفیں اور مصیبتیں مراد ہیں جو حق کی راہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام مکی زندگی میں برداشت کرتے رہے، سو جہاد صرف جنگ وقتال کا نام نہیں، بل کہ جنگ وقتال تو جہاد کی بہت سی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

جہاد کی قسمیں

جہاد کی مذکورہ بالا تعریف کے مطابق ہر نیک کام اس میں داخل ہے۔

۱۔ اپنے نفس سے جہاد کرنا: خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا، جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ اسی کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَاجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ O (۱۴)

اور اللہ میں خوب کوشش کرو، جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے، اسی نے تمہیں منتخب کیا ہے اور اس نے دین میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں کی، یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، اسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا۔

اگر تم اللہ کا قرب اور رضا کے بلند مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو کہ جہاد کا حق ادا ہو جائے، اللہ نے تمہیں برگزیدہ اور منتخب کر لیا ہے اور دوسری امتوں پر تمہیں عزت وشرافت اور بزرگی اور کرامت عطا فرمائی ہے، کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سرفراز فرمایا، دین کے بارے میں اللہ نے تم پر کوئی تنگی اور سختی نہیں رکھی۔ اس نے تمہیں کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو۔ فرائض وواجبات میں تمہیں طرح طرح کی رخصتیں اور سہولتیں دیں۔ لہٰذا تم اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی ملت کو لازم پکڑو جو نہایت آسان ہے۔ اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے گزشتہ کتابوں میں بھی اور اس

۱۳۔ الفرقان: ۵۲   ۱۴۔ الحج: ۷۸

قرآن میں بھی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا جس کے معنی فرماں برداری کے ہیں، اس لئے تم بھی فرماں بردار بندے بن کر دکھاؤ۔ سو اللہ میں محنت اور جہاد کرنا یہ ہے کہ بندہ حق کی راہ میں اپنا عیش وآرام، اہل وعیال اور جان ومال ہر چیز کو قربان کردے اور یہی جہاد کا حق ہے: اور ارشاد ہے:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ O (۱۵)

اور جو شخص کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ہی کوشش کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

جو شخص اللہ کے کام میں محنت ومشقت اٹھاتا ہے تو اس کا پھل اس کو دنیا وآخرت دونوں میں ملے گا۔ بلاشبہ اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ وہ مخلوق میں سے کسی کی اطاعت وفرماں برداری کا محتاج نہیں اور نہ کسی کی نیکیاں اس کے کچھ کام آتی ہیں۔ پھر بھی اس کی مہربانی ہے کہ وہ ان نیکیوں کا بدلہ دیتا ہے، اور برائیوں پر معاف فرمادیتا ہے۔ فضالۃ بن عبید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

المجاهد من جاهد نفسه (۱۶)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم پہلوان کس کو کہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا:

ليس بذلك، ولكنه الذي يملك نفسه عند الغضب (۱۷)

نہیں اس کو پہلوان نہیں کہتے بل کہ پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

یعنی پہلوان وہ ہے جو اس پہلوان کو پچھاڑ سکے اور اس حریف کو زیر کر سکے جس کا اکھاڑہ اس کے سینے میں ہے۔

۲۔ علم کے ذریعے جہاد کرنا: دنیا کا تمام شر وفساد جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس کا دور کرنا ہر طالب حق کے لئے ضروری ہے۔ اگر کسی کے پاس عقل ومعرفت اور علم ودانش کی روشنی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس روشنی سے دوسرے تاریک دلوں کو روشن کرے۔ (۱۸)

دوسروں کو دین کی روشنی پہنچانے کے لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۱۹)

۱۵۔ العنکبوت: ۶　۱۶۔ ترمذی: ج ۳، ص ۲۳۲، رقم ۱۶۲۷　۱۷۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۹۰، رقم ۲۶۰۸
۱۸۔ سید سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبی: ج ۵۔ ص ۲۱۴　۱۹۔ النحل: ۱۲۵

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ کے ذریعے بلایئے، اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔

اس آیت میں دعوت وتبلیغ کے تین اہم اصول بیان ہوئے ہیں۔

الف۔حکمت: اس سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین اور مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں نہایت حکیمانہ انداز سے لوگوں کی ذہنی استعداد اور موقع ومحل کو دیکھتے ہوئے اسلام کی دعوت اس طرح پیش کی جائے کہ مخاطب کے دل میں اتر جائے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی خصوصی شان کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جب عرب کے مشہور خطیب ضماد الازدی نے آپ کا اثر انگیز خطبہ سنا تو بول اٹھا کہ یہ کاہنوں اور جادوگروں کا کلام نہیں اور نہ یہ شاعری ہے۔ چناں چہ اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمر والدوسی آپ کا کلام سن کر بے ساختہ کہنے لگے

واللہ ماسمعت قولاقط احسن منہ ولا امرا اعدل منہ (۲۰)

میں نے اس سے بہتر کلام کبھی نہیں سنا۔اور نہ کوئی امر اس سے زیادہ معتدل۔

ب۔موعظت حسنہ: کسی کی خیر خواہی کی بات اس کے سامنے مؤثر، نرم خوئی، اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق سے نہایت معتدل پیرائے میں کی جائے۔ اس سے اکثر پتھر دل بھی موم ہوجاتے ہیں اور لوگ ترہیب وترغیب کے مضامین سن کر بے تابی کے ساتھ دین حق کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی موعظت حسنہ کا یہ اثر تھا کہ غزوۂ بدر کے بعد عمیر بن دہب الجحمی جو (نعوذ باللہ) آپ کو قتل کرنے کی نیت سے مکے سے روانہ ہوا تھا، آپ کی خدمت میں پہنچ کر مشرف باسلام ہوگیا۔

ج۔مجادلۂ حسن: مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہوسکے معاملے کو مجادلے تک نہ پہنچنے دیں۔ اگر مجادلے کی نوبت آ ہی جائے تو مخاطب کو قائل کرنے کے لئے حسن اخلاق اور عمدہ استدلال سے کام لیں۔ بہترین طریقے سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ ایسی دل آزار باتیں نہ کرو جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔ بحث کا مقصد خالص اللہ کے لئے معاملے کو سلجھانا اور اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہو۔ دین کی دعوت وتبلیغ کا یہ طریقہ سراسر علمی اور جہاد کی ایک قسم ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عقل وفہم اور علم وبصیرت کو اللہ کی راہ میں صرف کرے۔

۳۔ جہاد بالمال: آدمی کے پاس جو کچھ مال ودولت ہے وہ اللہ کی عطا کی ہوئی ہے۔ اور یہ اس لئے عطا کی گئی کہ اس کو اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کرے۔ حق کی حمایت ونصرت اور اعلائے کلمۃ اللہ

۲۰۔شامی۔سبل الہدی والرشاد: ج ۲،ص ۴۱۷

کی تحریکوں اور جدو جہد میں سرمایہ فراہم کرنا جہاد بالمال ہے۔ آپ ﷺ کی تربیت اور صحبت کی برکت سے صحابہ کرام نے اپنی انتہائی غربت و ناداری کے باوجود ہر موقعے پر اپنی بساط سے زیادہ مالی ایثار کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (۲۱)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔ اور وہ (انصار) جنہوں نے (مہاجروں کو) رہنے کی جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

سو جو لوگ ابتدائے اسلام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ، فرشتوں، قیامت اور دیگر انبیاء پر صدق دل سے ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنے بیوی بچے عزیز و اقارب، دوست واحباب اور وطن سب کچھ چھوڑ کر مدینے کی طرف ہجرت کی اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یہی لوگ حقیقی مجاہد ہیں۔ خالد جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من جهز غازفی سبیل الله فقد غزا، ومن خلفه فی اهله بخیر فقد غزا (۲۲)

جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی غازی کو سامان دیا تو بے شک وہ بھی غازی ہے اور جو غازی کے پیچھے اس کے گھر کی اچھی طرح خبر گیری کرے تو وہ بھی غازی ہے (اس کو غازی کے برابر ثواب ملے گا)

مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (۲۳)

مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر پختہ ایمان لائیں اور شک میں نہ پڑیں اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

بلاشبہ کامل ایمان والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خلوص دل سے یقین رکھتے ہیں اور آپ کے لائے ہوئے دین میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

۲۱۔ الانفال: ۷۲ ۲۲۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۴۸، رقم ۲۵۰۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۳۴، رقم ۲۸۴۳ ۲۳۔ الحجرات: ۱۵

عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

للغازی اجرہ وللجاعل اجرہ واجر الغازی (۲۴)

جہاد کرنے والے کے لئے اس کا اجر ہے اور مال دینے والے کے لئے اس کا اجر ہے اور غازی کا بھی۔

یعنی جو جہاد کرنے میں غازی کی مال سے مدد کرتا ہے اس کے لئے دوہرا اجر ہے ایک مال خرچ کرنے کا اور دوسرا یہ کہ اس کی مالی مدد کے سبب غازی جہاد کے قابل ہوا۔

قرآن کریم نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کا اجر اس طرح بیان کیا، فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ لا اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ○ (۲۵)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا تو اللہ کے ہاں ان کے لئے بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب چھوڑ کر اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کیا تو اللہ کے نزدیک ان کے بڑے درجات ہیں۔ ان کے درجات کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دنیا و آخرت کے اعتبار سے یہی لوگ کامیاب اور کامران ہیں۔

میدان جنگ میں ذاتی شرکت ہر شخص کے لئے ممکن نہیں ہوتی اس لئے کہ اس سے ہر شخص کو ہر وقت سابقہ نہیں پڑتا۔ اس کے برعکس مالی جہاد کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے اور غریب و امیر، مرد اور عورت جوان و بوڑھا سب اپنی بساط بھر اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من صام یوما فی سبیل اللہ، بعدہ اللہ وجھہ عن النار سبعین خریفا (۲۶)

جس نے اللہ کے راستے میں (قرآن و حدیث میں جہاد کرتے ہوئے) ایک دن روزہ رکھا اللہ اس کو ستر سال تک جہنم سے محفوظ رکھے گا۔

پس دین کی حمایت، اس کی تبلیغ و اشاعت یعنی زبان و قلم دونوں سے اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچانے اور ان کو سکھانے میں بھرپور کوشش کرنا، لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، عدل قائم کرنا، ظالم کو ظلم سے روکنا، غریبوں حاجت مندوں کی مدد و اعانت کرنا، احکام الٰہی ادا کرنے میں ہمہ وقت لگے

۲۴۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۵۴، رقم ۲۵۲۶ ۲۵۔ التوبہ: ۲۰ ۲۶۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۳۳، رقم ۲۸۴۰

رہنا وغیرہ سب جہاد کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں۔

۴۔ **جہاد بالقتال:** جہاد کی سب سے افضل قسم قتال ہے۔ قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ اس کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلو نکم ولا تعتدوا (۲۷)

(اے مسلمانو!) جو لوگ تم سے قتال کرتے ہیں تم بھی ان سے اللہ کی راہ میں قتال کرو اور زیادتی نہ کرو۔

ہجرت مدینہ کے بعد کفار کے ساتھ قتال کا حکم سب سے پہلے اسی آیت میں آیا کہ مسلمان صرف ان کافروں سے قتال کریں جو ان کے مقابلے پر قتال کے لئے آئیں، عورتیں بچے، بوڑھے، عبادت گزار، راہب، پادری، اپاہج ومعذور اور وہ لوگ جو کافروں کے ہاں محنت ومزدوری کا کام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوتے ان سب کو قتل کرنا جائز نہیں۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمد رسول اللہ ویقیموا الصلاۃ، ویؤ توا الزکٰوۃ، فاذا فعلوا ذلك عصموا منی دماء ھم واموالھم الابحق الاسلام، وحسابھم علی اللّٰہ (۲۸)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے۔ سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

اور ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ (۲۹)

اور اللہ کے راستے میں قتال کرو۔

اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں نیک نیتی اور خلوص دل سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس قتال سے خوں ریزی اور بنی نوع انسان کا قتل مقصود نہیں، بل کہ اس سے مقصود دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کا قلع قمع کرنا ہے۔

۲۷۔ البقرہ: ۱۹۰　　۲۸۔ بخاری: ج۱، ص۱۴، رقم ۲۵　　۲۹۔ البقرۃ: ۲۴۴

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا:

ایمان باللہ و جهاد فی سبیله (۳۰)

اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۝ (۳۱)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم (۳۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیده لا یكلم احد فی سبیل الله والله اعلم بمن یكلم فی سبیله الاجاء یوماالقیمة واللون لون الدم والریح ریح المسك (۳۳)

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو شخص بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون زخمی ہوا۔ وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر خوش بو مشک جیسی ہوگی۔

جہاد کی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جہاد نہ کرنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں جہاد کے مقابل لفظ قعود آیا ہے، جس کے معنی بیٹھ رہنے کے ہیں اور اس سے مراد سستی، تغافل اور ترکِ فرض ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی

۳۰۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۳۴، رقم ۲۵۱۸ ۳۱۔ التحریم: ۹ ۳۲۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۳۶، رقم ۲۵۰۴

۳۳۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۳، رقم ۲۸۰۳

الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (۳۴)

جولوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہیں وہ ان مجاہدوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر مرتبے میں فضیلت دی ہے۔ اللہ نے (یوں تو) ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے مگر جہاد کرنے والوں کو گھر بیٹھے رہنے والوں پر اجر عظیم کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔

مجاہد کو ملنے والے اجر ثواب ہی کی وجہ سے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مااحد یدخل الجنة، یحب ان یرجع الی الدنیا، وله ماعلی الارض من شئی الا شهید یتمنی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرات لمایری من الکرامة (۳۵)

کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے گا، خواہ اسے ساری دنیا مل جائے، سوائے شہید کے۔ وہ اس کی تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ (اللہ کے راستے میں) قتل ہو، کیوں کہ اس عمل کی کرامت اس کے سامنے آچکی ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من امن بالله وبرسوله واقام الصلوٰة وصام رمضان، کان حقا علی الله ان یدخله الجنة جاهد فی سبیل الله، اوجلس فی ارضه التی ولد فیها فقالو! یارسول الله افلا نبشرالناس ؟ قال ان فی الجنة مأة درجة اعده الله للمجاهد ین فی سبیل الله، مابین درجتین کمابین السماء والارض، فاذا سالتم الله فاسئلوه الفردوس، فانه اوسط الجنة واعلی الجنة اراه، فوقه عرش الرحمن ومنه تفجر انهار الجنة (۳۶)

جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگوں کو بشارت نہ دیں،

۳۴۔ النساء: ۹۵　　۳۵۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۸، رقم ۲۸۱۷　　۳۶۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۱، رقم ۲۷۹۰

آپ نے فرمایا کہ جنت کے سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنے راستے میں جان دینے والوں کے لئے تیار کئے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ سے سوال کرنا چاہو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، کیوں کہ وہ سب جنتوں کے درمیان اور سب سے اعلی درجے کی ہے اور اس کے اوپر ہی اللہ کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔

جہاد بالقتال کی دو قسمیں ہیں

۱۔ اقدامی جہاد: اگر حملہ آور قوتوں پر حملہ کر کے ان سے مقابلہ نہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ دشمن مسلمانوں کو سکون سے نہیں رہنے دے گا بل کہ وہ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بھی مانع ہوگا۔ قتال کی یہ صورت فرض کفایہ ہے۔ اگر مسلمانوں کا ایک گروہ یہ فرض انجام دیتا رہے گا تو یہ سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ جو مسلمان اس میں شریک ہوگا اس کے لئے بڑا اجر ہے اور جو اس میں شریک نہیں ہوگا اس پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے، آپ نے فرمایا:

مؤمن یجاهد فی سبیل الله بنفسه وماله قالوا ثم من ؟ قال مؤمن فی شعب من الشعاب یتقی الله ویدع الناس من شره (۳۷)

وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان ومال سے جہاد کرے۔ صحابہ نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ وہ مومن جس نے کسی پہاڑ کی کسی کھائی میں قیام اختیار کرلیا، اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

۲۔ دفاعی قتال: جہاد کی یہ قسم فرض کفایہ نہیں ہے، بل کہ نماز اور روزے کی طرح فرض عین ہے۔ اگر کسی اسلامی ملک یا آبادی پر غیر مسلموں نے حملے کا قصد کیا تو اس ملک کے تمام مسلمانوں پر ملکی دفاع فرض عین ہے۔ خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام، مال دار ہوں یا نادار۔ اگر ایسے موقعے پر آقا غلام کو، قرض خواہ قرض دار کو اور ماں باپ اولاد کو جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کے احکام کی تعمیل نہیں کی جائے گی۔ البتہ لنگڑے، لولے، اندھے، بیمار اور دیگر شرعی طور پر معذور لوگوں پر جہاد فرض نہیں۔

اگر اس ملک کے مسلمان دشمن کے مقابلے کے لئے کافی قوت نہ رکھتے ہوں اور دشمن بہت زیادہ قوی ہو تو اس ملک کا دفاع یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا۔ یعنی پہلے اس

۳۷۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۰، رقم ۲۷۸۶۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۳۹، رقم ۲۴۸۵

ملک سے قریب تر مقام کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگا۔ اگر وہ ناکافی ہوں تو ان سے قریب تر والوں پر اور پھر ان سے قریب تر والوں پر، یہاں تک کہ تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے جہاد فرض ہو جائے گا کہ وہ سب مل کر غیر مسلموں کے خلاف اسی طرح جنگ کریں اور اس مسلم آبادی اور حکومت کو غیر مسلم قبضے سے آزاد کرائیں اور اپنی جان اور مال سے اسی طرح ان کی مدد کریں جس طرح وہ خدا اپنی آبادی کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دفاع کے لئے جن وسائل وانتظامات کی ضرورت ہو ان کے حصول کے لئے ہر ممکن تدبیر وسعی کام میں لائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اللہ کے ہاں سب جواب دہ ہوں گے۔ (۳۸)

اگر خلیفہ وقت دنیا کے تمام مسلمانوں سے مدد واعانت طلب کرے یا وہ ایسا بے بس ہو جائے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کی مدد کے بغیر فتح ممکن نہ ہو تو اس صورت میں دنیا کے تمام مسلمانوں پر بہ یک وقت جہاد فرض ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر اسلام کے مرکزی مقام (مکے اور مدینے) پر غیر مسلم حملہ آور ہوں تو دنیا کے ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جائے گا۔ خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتا ہو:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

مثل المجاھد فی سبیل اللہ، واللہ اعلم بمن یجاھد فی سبیلہ، کمثل الصائم القائم، وتوکل اللہ للمجاھد فی سبیلہ بان یتوفاہ، ان ید خلہ الجنۃ اویر جعہ سالمامع اجر او غنیمۃ (۳۹)

اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے میں خلوص کے ساتھ اس کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اس شخص کی مثال ہے جو روزہ رکھتا ہے۔ اور اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے اس کی ذمے داری لے لی ہے کہ اگر اسے وفات دے گا۔ (اگر وہ جنگ میں شہید ہو گیا) تو جنت میں داخل کرے گا یا اس کو صحیح وسالم ثواب اور غنیمت کے ساتھ (گھر) لوٹا دے گا۔

جہاد کی مذکورہ بالا قسموں کے علاوہ ہر نیک کام کی ادائیگی میں محنت وقوت صرف کرنا جہاد ہے۔ مثلاً ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا بھی جہاد ہے۔

الف۔ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من اعظم الجھاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر (۴۰)

۳۸۔ مفتی محمد شفیع۔ معارف القرآن: ج ۲، ص ۵۲۲، ۵۶۲۳	۳۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۲۰، رقم ۲۷۸۷

۴۰۔ ترمذی: ج ۴، ص ۴۷۲، رقم ۲۱۸۱

ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کہہ دینا ایک عظیم جہاد ہے۔

ب۔ والدین کی خدمت: بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا:

احی والداك قال نعم قال ففیهما فجاهد (۴۱)

کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا بس ان ہی میں جہاد کر۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے فرمایا:

الك ابو ان قال نعم قال ففیهما فجاهد (۴۲)

کیا تیرے ماں باپ ہیں، اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر تو ان ہی میں جہاد کر۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے (جہاد میں شرکت کے لئے) رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا:

هل لك احد بالیمن ؟ فقال ابو ای، فقال اذنالك ؟ قال لا، قال ارجع الیهما فاستاذ نهما، فان اذنالك فجاهد و ان لافبرهما (۴۳)

کیا یمن میں تیرا کوئی ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ماں باپ ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا انہوں نے تجھے اجازت دی ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت لو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کر اور اگر اجازت نہ دیں تو ان ہی کے ساتھ نیکی کر

ج۔ عورتوں کا جہاد: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہین کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔ (۴۴)

حضرت عائشہ ہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کی ازواج نے آپ سے جہاد کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: حج کتنا عمدہ جہاد ہے۔ (۴۵)

جہاد کی نیت

جس طرح دیگر عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کی ادائیگی میں نیت کا درست ہونا فرض

۴۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۳۷۲، رقم ۳۰۰۴
۴۲۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۵۶، رقم ۲۵۲۹
۴۳۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۵۶، رقم ۲۵۳
۴۴۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۴۱، رقم ۲۸۷۵
۴۵۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۴۱، رقم ۲۸۷۶

ہے، اسی طرح جہاد کے لئے بھی نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان اس اجر اور قدر و منزلت کا مستحق نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

انماالاعمال بالنیات، وانمالکل امرئ مانوی، ومن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ، ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوالی امرأۃ ینکحھا، فجھرتہ الی ماھجرالیہ (۴۶)

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی، سو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو واقعی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے، جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ وہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو کہ وہ اس سے شادی کرے تو واقعی اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جس کی طرف ہجرت کرنے کی اس نے نیت کی۔

خلوص نیت کی برکت سے ایک عمل پر بہت سارا اجر وثواب ملتا ہے اور ایک عمل کے لئے کئی نیتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً کسی نے ضرورت مند رشتے دار کو صرف اللہ کی راہ میں دینے کی نیت کی تو اس کو صرف اللہ کے لئے دینے کا ثواب ملے گا اور اگر اس نے ضرروت مند رشتے دار کو دیتے وقت صلہ رحمی کی بھی نیت کر لی تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک اللہ کی راہ میں دینے کا اور ایک صلہ رحمی کا۔ اسی طرح مسجد جانے کی کئی نیتیں ہوسکتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر علیحدہ ثواب ملے گا۔ مثلاً اللہ کے گھر کی زیارت کی نیت، نماز پڑھنے کی نیت، اعتکاف کی نیت وغیرہ ان سب نیتوں پر علیحدہ علیحدہ ثواب ملے گا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاھجرۃ ولکن جھاد ونیۃ، واذا استنفرتم فانفروا (۴۷)

اب ہجرت نہیں (کیوں کہ مکہ دارالاسلام ہوگیا) لیکن جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے۔ اور جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لئے نکلو۔

آدمی کو اس کی عبادت کا ثواب اسی وقت ملتا ہے جب اس کی نیت دنیاوی منصب وعہدے، دکھاوے اور شہرت کے لئے نہ ہو بل کہ خالص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و فرماں برداری کے لئے ہو۔ اسی طرح اگر قومیت، وطنیت، حصول مال وزر، اظہار شجاعت و بہادری، دنیاوی نمود ونمائش

۴۶۔ بخاری: ج ۱، ص ۵، رقم ۱۔ ج ۲، ص ۱۳۶، رقم ۲۵۲۹۔ ج ۳، ص ۳۶۳، رقم ۵۰۷۰۔ مسلم: ج ۳، ص ۲۶۵، رقم ۱۹۰۷

۴۷۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۹۴، رقم ۳۰۷۷۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۳۷، رقم ۲۴۸۰

اور سلطنت ومملکت میں توسیع کے لئے لڑا جائے تو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہ جہاد نہیں بل کہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ حضرات ابوموسیٰ شعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی عزت وحمیت کی بنا پر اور کبھی دنیاوی نمود وشہرت کے لئے، ان میں سے کون سی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے۔ آپ نے فرمایا:

من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا فهو فى سبيل الله (۴۸)

جو شخص صرف اس لئے لڑے کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رہے وہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الغزو غزوان، فامامن ابتغى وجه الله واطاع الامام وانفق الكريمه وياسر الشريك واجتنب الفساد فان نومه ونبهه اجر كله، وامامن غزافخرا ورياء و سمعة وعصى الامام وافسد فى الارض فانه لم ير بالكفاف (۴۹)

جنگیں دو قسم کی ہیں، پس جس نے اللہ کی رضا کے لئے جنگ کی اور امام کی اطاعت کی اور اپنا بہترین مال خرچ کیا اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کا سونا جاگنا سب باعث ثواب ہے، اور جس نے دکھاوے اور شہرت کے لئے جنگ کی اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو اس میں ثواب تو کیا خالی لوٹ آنا مشکل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

ان اولى الناس يقضى يوم القيامة عليه، رجل استشهد، فاتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها؟ قال قاتلت فيك حتىٰ استشهدت، قال كذبت ولكنك قاتلت لان يقال جرىء فقد قيل، ثم امر به فسحب على وجه حتى القى فى النار، ورجل تعلم العلم وعلمه وقرا القرآن، فاتى به فعرفه نعمه فعرفها، قال فما عملت فيها؟ قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن، قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم، وقرأت القرآن ليقال هو قارىء، فقد قيل ثم امربه فسحب على وجهه حتى القى فى النار، ورجل وسع عليه واعطاه من اصنا ف المال كله، فاتى به فعرفه نعمه فعرفها، قال فما عملت فيها؟ قال ماتركت من سبيل تحب ان ينفق فيها الا انفقت فيها

۴۸۔ بخاری: ج ۴، ص ۳۶۳، رقم ۴۵۸ ۷ ۴۹۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۵۰، رقم ۲۵۱۵

لك، قال كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد، فقد قيل، ثم امر به فسحب علي وجهه ثم القي في النار (۵۰)

بے شک قیامت کے روز لوگوں میں سب سے پہلے جس کا فیصلہ ہوگا وہ ایک شہید ہوگا۔ جب اس کو اللہ کے پاس لایا جائے گا تو اللہ اس کو اپنی نعمتیں بتائے گا تو وہ اس کو پہچانے گا۔ اللہ اس سے پوچھے گا کہ تو نے اس کے لئے کیا عمل کیا، وہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے تو اس لئے قتال کیا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ سو تجھے بہادر کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اس کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص ہوگا جس نے دین کا علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اس کو اللہ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ اس کو اپنی نعمتیں بتائے گا۔ تو وہ ان کو پہچان لے گا۔ اللہ اس سے پوچھے گا تو نے اس کے لئے کیا عمل کیا وہ کہے گا۔ میں نے علم دین پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا بل کہ تو نے تو اس لئے علم حاصل کیا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ قاری کہیں، سو تجھے دنیا میں عالم اور قاری کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص ہوگا جس کو اللہ نے ہر طرح کا مال دیا تھا اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ اس کو اپنی نعمتیں بتا کر پوچھے گا کہ تو نے اس کے لئے کیا عمل کئے وہ کہے گا کہ میں نے مال خرچ کرنے کی کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا اور میں نے تیرے لئے اس میں خرچ کیا اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے۔ تو نے تو اس لئے خرچ کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو دنیا میں تجھے سخی کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

جہاد کے لئے تیاری کا حکم

ہر قوت اپنے حریف پر غلبہ پانے کے لئے طرح طرح کے سامان اور ہتھیار تیار کرتی ہے اور آج کی سائنسی ترقی کے دور میں ان ہتھیاروں کی کوئی حد نہیں۔ اگر چہ اسلام بھی مسلمانوں کو ضروری سامان جنگ تیار رکھنے کا حکم دیتا ہے مگر اس ظاہری مادی سامان حرب کے اعتبار سے مسلمان ہمیشہ کفار کے مقابلے میں بہت کم تر رہے ہیں۔ البتہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور صبر و ثبات کے نتیجے میں مسلمانوں کو اللہ کی مدد و نصرت حاصل رہی ہے۔ اسی لئے کافروں کے مقابلے میں تھوڑی تعداد اور معمولی سامان حرب کے باوجود

۵۰۔ مسلم: ج ۳، ص ۲۶۴، رقم ۱۹۰۵

مسلمان اکثر کافروں کی بڑی تعداد اور ان کے جدید سامان حرب پر غالب رہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (۵۱)

اور تم اپنی استطاعت کے مطابق کافروں کے مقابلے کے لئے قوت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ گے اور ان کے سوا ان لوگوں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ہی ان کو جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور تمہارا ذرا بھی نقصان نہیں کیا جائے گا۔

کفار و مشرکین سے مقابلے کے لئے تم سے جس قدر ممکن ہو سکے تیاری کرو۔ تمہاری کامیابی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے مقابل کے پاس جیسا اور جتنا سامان حرب ہے تم بھی اسی قسم کا اور اتنی ہی مقدار میں حاصل کرو، بل کہ تمہارے لئے اتنا سامان حرب حاصل کر لینا ہی کافی ہے جس کی تمہارے اندر استطاعت ہے۔ اس کے بعد اللہ کی مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔ یہاں لفظ قوت میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قوت ہر زمانے اور ملک کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے کا اسلحہ تیر، تلوار اور نیزے وغیرہ پر مشتمل تھا، جب کہ آج کل کا اسلحہ بموں راکٹوں، ٹنکوں، توپوں، طیاروں، آبدوزوں، اور بحری جہازوں وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ سب اسی لفظ قوت کے مفہوم میں داخل ہیں۔

سامان جنگ جمع کرنے کا اصل مقصد قتل و قتال نہیں، بل کہ کفر و شرک کو زیر کرنا اور مرعوب و مغلوب کرنا ہے، کیوں کہ دشمن نہ تو کسی کے علم و فضل اور معاہدوں سے ڈرتا ہے اور نہ کسی قوم کی صنعت و حرفت سے خائف ہوتا ہے۔ وہ تو صرف جنگی صلاحیت و قوت ہی سے ڈرتا ہے، اس لئے دشمن کے مقابلے کے لئے مسلمانوں کو اپنے وسائل کے مطابق ہر قسم کی جنگی تیاری کر کے معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ سامان حرب جمع کرنے سے جن لوگوں کو مرعوب و مغلوب کرنا مقصود ہے، ان میں سے بعض کو مسلمان جانتے ہیں۔ مثلاً کفار مکہ اور یہود مدینہ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کو مسلمان ابھی تک نہیں جانتے، اس سے مراد پوری دنیا کے کفار و مشرکین ہیں۔ جو ابھی تک مسلمانوں کے مقابلے پر نہیں آئے بل کہ آئندہ ان سے تصادم ہونے والا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (۵۲)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

۵۱۔ الانفال: ۶۰ ۵۲۔ معارف القرآن: ج ۴، ص ۲۷۲۔۲۷۴۔ حقانی: ج ۲، ص ۴۷۵

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (۵۳)

نکل پڑو، ہلکے اور بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو ہر حال میں جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو تم اپنے اموال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کے لئے نکلو۔ حالت خفاف اور ثقال کے معنی یہ ہیں کہ خواہ بوڑھے ہو یا جوان، ضعیف ہو یا توانا۔ تنگ دست ہو یا فراخدست، مشغول یا غیر مشغول، ہتھیار بند ہو یا بغیر ہتھیار کے، غرض ہر حال میں جہاد کے لئے نکلو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

جہاد کا نا قابل تسخیر ہتھیار

اللہ کی مدد و نصرت مومن کا ایسا ہتھیار ہے جس کا کوئی توڑ نہیں اور نہ کوئی کافر اس کو حاصل کر سکتا ہے، اسی لئے کافر قوموں کے بے پناہ حربی وسائل اور حربی قوت اور ان کی بڑی تعداد کے باوجود مسلمان اپنی نہایت قلیل تعداد اور برائے نام حربی سامان اور ہتھیاروں کے باوجود اکثر ان کافروں پر غالب رہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (۵۴)

اے ایمان والو! (ہر مصیبت کے وقت) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی تمام ضروریات اور حوائج کو پورا کرنے اور تمام آفات و مصائب اور تکالیف و پریشانیوں کو دور کرنے کا جو نسخہ اکسیر ہے وہ دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک صبر، دوسرے نماز۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے انسان کی ہر ضرورت میں مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ (۵۵)

درحقیقت نماز اور دوسری تمام عبادات صبر ہی کی جزئیات ہیں۔ نماز کو علیحدہ اس لئے بیان کیا گیا کہ تمام عبادات میں نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جو صبر کا مکمل نمونہ ہے، کیوں کہ نماز کی حالت میں نفس کو عبادت و اطاعت کے ساتھ ساتھ معاصی و مکروہات سے روکا جاتا ہے۔ تمام آفتوں اور مصیبتوں سے نجات دلانے میں نماز کی ایک خاص تاثیر ہے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مہم پیش آتی تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے تھے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مہم کو پورا فرمادیتے تھے۔ (۵۶)

۵۳۔ التوبہ:۴۱ ۵۴۔ البقرہ:۱۵۳ ۵۵۔ صبر کی تفصیل آداب جہاد میں ملاحظہ فرمایئے۔

جہاد کا حکم

بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تفسیر کا بیان ہے کہ مکے کے مشرک صحابہ کو بہت زیادہ تکلیفیں دیتے تھے، صحابہ کرام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کسی کا سر پھٹا ہوا ہوتا، کوئی زخمی ہوتا اور کوئی پٹ کر (مار کھا کر) آتا۔ یہ لوگ آپ سے شکایت کرتے کہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک ہو رہا ہے آپ ﷺ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے کہ صبر کرو ابھی لڑنے کی اجازت نہیں ملی۔ (۵۷)

اسلام کا مادہ سلم سے ہے جس کے معنی صلح اور امن و سلامتی کے ہیں۔ چناں چہ مذہب اسلام دنیا کے لئے امن و صلح کا پیغام لے کر آیا اور اس کی پیروی کرنے والوں کو تواضع وانکساری اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اسی لئے ان لوگوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کے وقت اپنے گھر بار اور املاک کو خاموشی سے چھوڑ دیا مگر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ایسی صورت حال پیدا ہوئی کہ مسلمانوں کے لئے جنگ کے سوا چارہ نہ تھا۔ اگر اس وقت بھی یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے تو کافران کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیتے اور دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہتا۔ چناں چہ اسی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو چودہ سال تک کفار و مشرکین مکہ کے ظلم و ستم، صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرنے کے صلہ میں حملہ آور دشمن سے مدافعت کا حکم دے دیا۔ چناں چہ ارشاد ہوا (۵۸)

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ (۵۹)

ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دے دی گئی جن سے کافر قتال کرتے ہیں، کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے محض یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ ایک دوسرے کو نہ ہٹاتا رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکے ہوتے، اور بے شک اللہ بھی اسی کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے غلبے والا ہے۔

۵۶۔ معارف القرآن: ج ۱، ص ۳۹۵ ۵۷۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی۔ تفسیر مظہری: ج ۲، ص ۳۲۶

۵۸۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین: ج ۱، ص ۱۰۴ ۵۹۔ الحج: ۳۹۔ ۴۰

حضرت ابن عباس کے حوالے روایت ہے کہ کچھ اوپر ستر آیات میں قتال کی ممانعت کے بعد یہ پہلی آیت ہے۔ جو قتال کی اجازت میں نازل ہوئی۔

قتال کا حکم کوئی نیا حکم نہیں تھا۔ سابقہ انبیاء اور ان کی امتوں کو بھی کفار کے ساتھ قتال کے احکام دیئے گئے تھے اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا طریق کار یہی رہا ہے کہ وہ انسانیت کے تحفظ کے لئے ایسا احکامات عطا فرماتا رہا ہے۔ چوں کہ کافروں نے مسلمانوں پر زیادتیاں کی ہیں اور انہیں ناحق ایذائیں پہنچائی ہیں، اس لئے ان کو جہاد کرنے اور کافروں سے قتال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اللہ ان بے سروسامان مظلوموں کی مدد واعانت پر پوری طرح قادر ہے۔ قتال کی اجازت اس لئے دی گئی کہ مسلمان مظلوم ہیں ان کے گھر باران سے چھین لئے گئے، ان کو ناحق بے گھر کر کے مکے سے خارج کر دیا گیا اور وہ بے سروسامانی کے عالم میں مدینے پہنچے۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ ظاہر ہے اللہ کو رب کہنا کوئی جرم، جس کی پاداش میں ان کو جلاوطن کیا جاتا مگر مشرکین کے نزدیک یہ اتنا بڑا جرم تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ شریروں اور بدکاروں کو مومنوں اور نیک لوگوں کے ذریعے دفع نہ کرتا اور کافروں پر مسلمانوں کو اقتدار وتسلط عطا نہ کرتا تو زمین پر فساد برپا ہو جاتا۔ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، کیوں کہ اللہ ہی کرنے کی قوت رکھتا ہے، اور وہ ایسا غالب ہے کہ اس کے غلبے کو روکا نہیں جا سکتا۔ چوں کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے اس لئے وہ مذکورہ مظلوم مہاجرین کو ضرور کامیاب فرمائے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (۶۰)

اور جو لوگ تم سے قتال کرتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو اور زیادتی نہ کرو۔

بعض علما کے نزدیک ہجرت مدینہ کے بعد کفار کے ساتھ قتال کا حکم سب سے پہلے اسی آیت میں آیا۔ اس میں یہ حکم ہے کہ مسلمان صرف ان کافروں سے قتال کریں جو ان کے مقابلے پر قتال کے لئے آئیں، عورتیں، بچے، بوڑھے، عبادت گزار، راہب، پادری، اپاہج ومعذور اور وہ لوگ جو کافروں کے ہاں محنت مزدوری کا کام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوتے، ان سب کو جہاد میں قتل کرنا جائز نہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کے آخر میں جو لفظ و لا تعتدوا آیا ہے، اس کا یہی مطلب ہے کہ قتال میں حد سے تجاوز نہ کرو کہ عورتوں اور بچوں وغیرہ کو قتل کرنے لگو۔ اور ارشاد ہے

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ

۶۰۔ البقرہ: ۱۹۰

اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (۶۱)

اوران کو قتل کرو جہاں کہیں تم ان کو پاؤ اوران کو وہاں سے نکال دو جہاں (مکے) سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتادیا کہ اگر کافر تم سے قتال کریں تو تمہیں بھی اجازت ہے کہ تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرڈالو اور اگر قدرت ہو تو جس طرح انہوں نے تمہیں مکے سے نکال دیا تھا تم بھی ان کو مکے سے نکال دو۔ اگر چہ کسی کو قتل کرنا سخت برا کام ہے، مگر کفار مکہ کا اپنے شرک وکفر پر جمے رہنا اور مسلمانوں کو حج وعمرے سے روکنا اس سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔ اس لئے ان کو قتل کرنا جائز ہی نہیں ضروری ہے، تاکہ فتنے کا خاتمہ ہو سکے اور انسانیت کو عافیت مل سکے۔

جہاد کا مقصد

جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ گزشتہ انبیاء کو بھی جہاد کا حکم تھا۔ اگر جہاد کی اجازت نہ ہوتی تو دنیا میں اللہ کا نام لینا مشکل ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو جہاد کا حکم دیتا ہے تاکہ مفسدوں کا فتنہ اور شر ختم ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ○ (۶۲)

اگر اللہ مومنوں اور نیک لوگوں کے ذریعے کافروں اور فاجروں کو دفع نہ کرتا تو کفار ومشرکین تمام روئے زمین پر غالب آکر فساد برپا کردیتے مگر اللہ اپنی مخلوقات پر بہت فضل کرنے والا ہے۔

بغوی نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نیک مسلمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے ہم سایوں میں سے سوگھر والوں کی بلا کو دفع کر دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے اگر مخلوق میں نماز پڑھنے والے اور دودھ پیتے بچے اور بے خطا جانور نہ ہوں تو تم پر بہت سخت عذاب ڈال دیا جائے۔ (۶۳)

جہاد کے آداب

اسلامی نقطۂ نظر سے جنگ کے دوران قوت کا استعمال صرف ان لوگوں کے خلاف ہونا چاہئے، جو اس جنگ میں عملاً برسرپیکار ہوں یا ان لوگوں سے جن سے شر وفساد کا اندیشہ ہو، باقی تمام انسانی طبقوں

۶۱۔ البقرہ: ۱۹۱   ۶۲۔ البقرہ: ۲۵۱   ۶۳۔ تفسیر مظہری: ج ۱، ص ۳۵۳

کو جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہئے۔ اس بارے میں متعدد قرآنی آیات اور احادیث موجود ہیں۔

چناں چہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ○ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ○ (۶۴)

اے ایمان والو! جب کسی لشکر سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے تو تم ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں تنازع نہ کرو، ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

یہاں مسلمانوں کو دشمن سے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کا ذکر مومن کا خاص ہتھیار ہے۔ مومنوں کے سوا تمام دنیا اس سے غافل ہے۔ اللہ پر اعتماد اور اس کی یاد ہر مصیبت اور پریشانی کو ختم کر دیتی ہے اور ان کے قلب کو مضبوط اور قدم کو ثابت رکھتی ہے۔ سو تم اس کی یاد میں لگے رہو، اسی پر بھروسہ رکھو اور اسی سے مدد طلب کرو۔ اسی میں کامیابی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہو، کیوں کہ اللہ کی نصرت و مدد اس کی اطاعت ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ آپس کے نزاع اور اختلاف سے بچو ورنہ تم میں بزدلی پھیل جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، دشمن پر جو تمہاری دھاک بیٹھی ہوئی ہے وہ جاتی رہے گی اور تم دشمن کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے۔ باہمی نزاع اور اختلاف سے بچنے کا نسخہ یہ ہے کہ تم خلاف طبع امور پر صبر کا دامن نہ چھوڑو، اس لئے کہ صبر کرنے والوں کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ ہر وقت اور ہر حال میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

صبر و تقویٰ

جہاد کے سلسلے میں صبر و ثبات کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ اس بنا پر یہاں اس پر قدرے تفصیل سے

۶۴۔ الانفال: ۴۵۔۴۷

روشنی ڈالی جاتی ہے۔صبر کے لغوی معنی محبوس کرنے اور اپنے نفس کو ایسے کام سے روکنے کے ہیں جس کے کرنے سے عقل یا شرع منع کرے۔(۶۵) مطلب یہ ہے کہ مزاج کے استقلال، اپنے نفس کو اضطراب دگھبراہٹ سے روکنے، اپنے مقصد میں ثابت قدم رہنے اور کسی بھی کام کو جم کر کرنے کا نام صبر ہے۔اس لحاظ سے تحمل، بردباری، پامردی، دل کی مضبوطی اور اخلاقی جرأت وغیرہ سب صبر کے مفہوم میں داخل ہیں۔

قرآن وسنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں۔

۱۔اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکنا۔

۲۔اطاعت وعبادت کی پابندی پر مجبور کرنا۔

۳۔مصائب وآفات پر صبر کرنا یعنی اگر کوئی مصیبت آئے تو اس کو اللہ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار ہونا۔(۶۶)

قرآن کی اصطلاح میں ان لوگوں کو صابرین کہا جاتا ہے جو مذکورہ تینوں قسم کے صبر میں ثابت قدم ہوں۔بعض روایتوں میں ہے کہ حشر کے روز ندا کی جائے گی کہ صابرین کہاں ہیں؟ تو وہ لوگ جنہوں نے تینوں طرح کے صبر پر قائم رہ کر زندگی گزاری ہوگی وہ کھڑے ہو جائیں گے اور ان کو بلا حساب جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔(۶۷)

اعلیٰ درجے کے اخلاقی اصولوں اور اوصاف میں سے تقویٰ بنیادی نوعیت کا حامل وصف ہے۔یہ اسم ہے اس کا مصدر الاتقاء ہے اور اس کا مادہ و(ق ی) ہے۔اس کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو دوسرے سے کسی چیز کی مدد سے دور کرنا۔امام راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ نفس کو ایذا دینے والی چیز سے بچانے کا نام تقویٰ ہے۔اصطلاح میں گناہوں سے نفس کی حفاظت کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔(۶۸)

تقویٰ انسان کی اس باطنی کیفیت کا نام ہے جو اس کو نیکی پر آمادہ کرتی ہے اور گناہ سے روکتی ہے یعنی تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر اس کام کے کرنے سے روکے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ نہ ہو اور جس کے کرنے سے وہ عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہو۔پس اوامر پر عمل کرنا اور نواہی سے بچنا تقویٰ ہے۔

جب کسی کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو اس صدمے کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صدمے کا اثر بھی جاتا رہتا ہے۔اس لئے صبر وہی ہے جو صدمہ پہنچنے کے وقت اللہ کی رضا اور ثواب کی

۶۵۔راغب اصفہانی۔المفردات:۲۷۳ ۶۶۔معارف القرآن:ج۲،ص۳۹۴

۶۷۔ابن کثیر:ج۱،ص۱۹۷ ۶۸۔المفردات:۵۳۰

امید پر کیا جائے۔ اسی صبر کی فضیلت ہے اور اسی پر ثواب کا وعدہ ہے۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یقول الله سبحانهٗ ابن ادم ان صبرت واحتسبت عند الصدمة الاولی لم ارض لك ثواباً دون الجنة (۶۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اے ابن آدم، اگر تو نے صدمے کے شروع میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں تیرے لئے جنت سے کم بدلے پر راضی نہیں ہوں گا۔

کسی صدمے سے طبعی طور پر دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا، قلب کی رقت اور اس جذبہ رحمت کا لازمی نتیجہ ہے جو اللہ نے بندوں کی فطرت میں ودیعت فرما رکھا ہے۔ یہ اللہ کی خاص نعمت ہے۔

قرآن کریم میں غیر مسلموں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ O (۷۰)

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم پر کوئی سختی آتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکر تمہیں ذرا بھی نقصان نہ دے گا۔ بے شک اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اہل کتاب کی ذہنیت یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی اچھی حالت پیش آجائے جیسے مسلمانوں کا اتحاد، دشمنوں پر غلبہ، مال غنیمت ہاتھ آنا اور مسلمانوں کی فلاح وکامرانی تو اس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں۔ اگر تم پر کوئی تنگی اور مصیبت آتی ہے جیسے دشمنوں میں گھر جانا تو یہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اہل کتاب کا یہ رویہ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں نہ تھا بلکہ آج بھی مسلمانوں کے ساتھ ان کا یہی سلوک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی وقتی مصلحت کے تحت کسی وقت وہ دشمنی سے باز رہیں۔

اس کے بعد اللہ نے ان کافروں کی خباثت اور مکر وفریب سے بچنے کا طریقہ بتایا ہے کہ اگر تم ان کی شرارتوں اور مکر وفریب کے مقابلے میں صبر وتقویٰ اختیار کئے رہے تو ان کی چالیں اور شرارتیں تمہیں ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہر قسم کے مصائب وپریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے صبر وتقویٰ اختیار کرنے کی تلقین صرف اسی آیت میں نہیں، بلکہ متعدد آیتوں میں کی ہے۔ (۷۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۶۹۔ ابن ماجہ: ج ۱، ص ۵۱۰، رقم ۱۵۹۷ ۷۰۔ آل عمران: ۱۲۰ ۷۱۔ معارف القرآن: ج ۲، ص ۱۶۰، ۱۶۱

لاتحاسدوا، ولا تنا جشوا ولا تبا غضوا، ولاتدابرو ولا يبع بعضكم على بيع بعض وكونوا عبادالله اخوانا، المسلم اخوالمسلم لا يظلمه ولايخذ له ولا يحقره، التقوى ههنا ويشير الى صدره ثلاث مرات، ، بحسب امرىء من الشران يحقر اخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه (۷۲)

حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، دشمنی نہ کرو، تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو حقیر جانے، تقویٰ یہاں ہے۔ آپ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین بار اشارہ فرمایا (یعنی جب تک آدمی کا سینہ صاف نہ ہو ظاہر میں عمدہ اعمال کرنے سے آدمی متقی نہیں بنتا) آدمی کے لئے یہ برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے مسلمان کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون۔ اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔

صحیحین میں حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى المشبهات استبرالدينه وعرضه، ومن وقع فى الشبهات كراعى يرعى حول الحمى، يوشك ان يواقعه، الاوان لكل ملك حمى، الاان حمى الله فى ارضه محارمه فسلات، الاوان فى الجسد مضغة، اذاصلحت صلح الجسد كله واذا فسد الجسد كله، الاوهى القلب (۷۳)

حلال بھی واضح ہیں اور حرام بھی، اور ان کے مابین مشتبہ امور ہیں، جو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جس نے اپنے آپ کو مشتبہ امور سے بچالیا تو اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچالیا اور جو مشتبہ امور میں پڑ گیا وہ حرام میں جاپڑا، اس چرواہے کی مانند جو کسی محفوظ وممنوعہ چراگاہ کے گرد جانور چرارہا ہو تو قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں جاپڑے آگاہ ہو جاؤ، ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور زمین پر اللہ کا ممنوعہ علاقہ اس کے محارم وممنوعات ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ (انسان کے) جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے تو اس کا سارا بدن درست رہتا ہے اور جب اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو سارے جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

۷۲۔ مسلم: ج۴،ص ۱۷۱، رقم ۲۵۶۴ ۷۳۔ بخاری: ج۱،ص ۲۱، رقم ۵۲۔ دارمی: ج۲،ص ۳۱۹، رقم ۲۵۳۱

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (۷۴)

تم اپنے مالوں اور جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ضرور بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم نے ان پر صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ دین کے لئے جان و مال کی قربانی قید و بند کی صعوبتیں بیماری، اموال کی تلفی، عزیز و اقارب اور وطن کا چھوٹنا، کفار و مشرکین و اہل کتاب کی بدزبانی اور دل آزار باتوں سے تمہیں ضرور آزمایا جاتا رہے گا۔ ان سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے۔ اگر تم ان آزمائشوں پر صبر واستقلال اور تقوے کا مظاہرہ کرو گے اور اللہ کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو گے تو یہ بڑی عمدہ اور ہمت کی بات ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۷۵)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

اس آیت میں مومنوں کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ اگر تم دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو سختیوں کے باوجود خواہشات نفس کی مخالفت پر اور اپنے رب کی محبت و اطاعت پر جمے رہو، گناہوں سے بچتے رہو، دشمن سے مقابلے میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھاؤ، اسلام اور حدود اسلام کی حفاظت میں لگے رہو، جہاں سے بھی دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں آہنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو جاؤ، ہر وقت اور ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ (۷۶)

موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ بے شک زمین اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے (اچھا) انجام تو متقیوں ہی کا ہے

اس آیت میں اگرچہ بنی اسرائیل کو خطاب ہے مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر زمانے کے حکم رانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ حقیقی حکومت و سلطنت تو اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ وہ انسانوں میں سے جس کو چاہتا ہے خلیفہ کے طور پر اپنی حکومت دے دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس سے چھین لیتا ہے، جیسا کہ

۷۴۔ آل عمران: ۱۸۶ ۷۵۔ آل عمران: ۲۰۰ ۷۶۔ الاعراف: ۱۲۸

دوسری جگہ ارشاد ہے:

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۷۷)

تو جس کو چاہتا ہے سلطنت عطا فرما دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے۔

جس فرد یا جماعت کو زمین پر حکومت عطا کی جاتی ہے تو حقیقت میں وہ اس فرد یا جماعت کا امتحان ہوتا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حکومت حاصل ہو جانے کے بعد وہ فرد یا جماعت کس حد تک عدل و انصاف قائم کرتی ہے اور کہاں تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

بنی اسرائیل کو فرعون کی طرف سے جو گھبراہٹ اور پریشانی لاحق تھی اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کو دو چیزوں کی تلقین فرمائی: ۱۔ دشمن کے مقابلے میں اللہ سے مدد طلب کرنا۔ ۲۔ مقصد میں کامیابی حاصل ہونے تک صبر و ہمت سے کام لینا۔ اور فرمایا کہ اگر تم نے اس نسخے پر عمل کیا تو یہ ملک تمہارا ہو جائے گا، کیوں کہ حقیقت میں تو اس کا مالک اللہ ہی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور یہ بات بھی طے ہے کہ آخر کار متقی لوگ ہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اللہ سے مدد و اعانت طلب کرو اور صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھو۔ پھر تم ہی ملک مصر کے مالک بن جاؤ گے، اس لئے کہ اگر کسی کو اللہ کی مدد حاصل ہو جائے تو ساری کائنات جو اللہ کے تابع فرمان ہے، اس کی مدد پر کمر بستہ ہو جاتی ہے۔ (۷۸)

قرآن کریم میں مذکورہ آیتوں کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات آئی ہیں۔ ان میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں اللہ کی تائید و نصرت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جو نماز، صبر اور تقوے کے پابند ہوں۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا شعار اور طرۂ امتیاز یہی نماز، صبر اور تقویٰ تھا، اسی کے نتیجے میں اللہ نے ان کو ہر میدان میں کامیاب و کامران فرمایا۔ آج ان پر عمل پیرا ہو کر ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

عمر بن عبداللہ کے کاتب سالم ابونضر نے بیان کیا کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے عمر بن عبیداللہ کو لکھا اور میں نے اسے پڑھا کہ ایک غزوے کے موقع پر جس میں لڑائی ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے زوال تک جنگ شروع نہیں کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ایھاالناس: لاتتمنوالقاء العدو، وسلوا الله العافية، فاذا لقيمتوهم فاصبروا واعلموا ان الجنة تحت ظلال السيوف، ثم قال اللهم منزل الكتاب

۷۷۔ آل عمران: ۲۶

۷۸۔ معارف القرآن: ج ۴، ص ۴۱۔ ۴۲

ومجری السحاب، وھازم الاحزاب، اھزمھم وانصرنا علیھم (۷۹)

اے لوگو! دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو، بل کہ اللہ سے امن وعافیت کی دعا کرو۔ البتہ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوجائے تو صبر واستقامت کا ثبوت دو اور یاد رکھو جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، بادل بھیجنے والے، احزاب (دشمن کے دستوں) کو شکست دینے والے، انہیں شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ (۸۰)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے بچالے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو، اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (رکھے گا) ہمیشہ کے باغوں میں۔ یہ بڑی کامیابی ہے ایک اور چیز بھی دے گا جسے تم پسند کرتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے اور مومنوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن تمہارے ذمے یہ ہے کہ تم ایمان واسلام پر پوری طرح قائم رہتے ہوئے اللہ کے راستے میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو اور جان لو کہ یہ دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر تجارت ہے یہ ایسی تجارت ہے جس سے نفع ہی نفع ہے۔ خسارے کا کوئی احتمال نہیں۔ اس کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس سے لگالو کہ اس کا نفع مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا جہاں صاف وشفاف نہری جاری ہوں گی اور مومنوں کے لئے صاف ستھرے گھر ہوں گے یہ گناہوں کی مغفرت اور جنت میں داخلہ اتنی بڑی کامیابی ہے کہ دوسری ہر کامیابی اس

۷۹۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۶۴، رقم ۲۹۶۵، ۲۹۶۶ ۸۰۔ الصف: ۱۰۔۱۳

کے مقابلے میں حقیر ہے۔ اس کے علاوہ ایک نعمت اور ملے گی جس کو تم پسند کرتے ہو اور وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح۔ ونصرت کی بشارت اس لئے دی گئی تا کہ مومنین موجودہ تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہیں اور پورے ایمانی جذبے سے اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل سب سے افضل ہے، آپ نے فرمایا:

الصلوۃ علی میقاتھا قلت ثم ای؟ قال ثم برالوالدین قلت ثم ای؟ قال الجھادفی سبیل اللہ، (۸۱)

آپ نے فرمایا نماز وقت پر پڑھنا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ پھر کون سا عمل۔ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ O (۸۲)

بے شک اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلے پر ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں ایسی صف بندی کرتے ہیں کہ گویا وہ مل کر ایک مضبوط اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں جس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا سریے کا امیر مقرر فرماتے تو خاص طور پر اس کو اللہ عزوجل سے ڈرنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کا حکم فرماتے، پھر فرماتے:

اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں اس سے جہاد کرو جس نے اللہ کا انکار کیا۔ جہاد کرو اور مال غنیمت میں چوری نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، مثلہ نہ کرو (ہاتھ پاؤں ناک، کان نہ کاٹو) اور (نابالغ) بچوں کو قتل نہ کرو جب اپنے مشرک دشمن سے ملو تو اس کو تین باتوں میں سے ایک کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ ان میں سے کوئی بات قبول کر لے تو تو بھی ان سے قبول کر اور ان

۸۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۲۱۹، رقم ۲۷۸۲ ۸۲۔ الصف: ۴

سے باز رہ (مارنے سے) پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ مان لیں تو قبول کر اور باز رہ۔ ۲۔ پھر ان کو اپنے ملک سے نکل کر مہاجر مسلمانوں کے ملک میں آنے کی دعوت دو اور ان کو بتادو کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے بھی وہی (حقوق) ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان کے بھی وہی (فرائض) ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو ان کو بتاؤ کہ وہ مسلمان اعراب کی طرح ہوں گے۔ ان پر اللہ کے وہی احکام جاری ہوں گے جو مومنوں پر جاری ہوتے ہیں اور ان کے لئے مال غنیمت اور مال فئی میں کوئی حصہ نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ ۳۔ اگر وہ اسلام سے انکار کریں تو ان سے جزیے کا سوال کرو۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو تم بھی ان سے باز رہو۔ اگر وہ جزیہ نہ دیں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے قتال کرو۔ جب تم کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرلو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ مانگیں تو ان کو اللہ اور اس کے رسول کی پناہ مت دو بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ دو اس لئے کہ اگر وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی پناہ توڑ دیں تو یہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ توڑنے سے بہتر ہے۔ جب تم کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم اللہ کے حکم پر ان کو قلعے سے اتارو تو ان کو اللہ کے حکم پر قلعے سے نہ اتارو بلکہ ان کو اپنے حکم سے اتارو اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ تم ان کے بارے میں اللہ کا حکم سمجھ سکے یا نہیں۔ (۸۳)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا باسم الله وفی سبیل الله وقاتلوا من کفر بالله، اغزوا ولا تغدورا، ولا تغلوا، ولا تمثلوا، ولا تقتلوا ولیدا (۸۴)

اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں لڑو اور جو اللہ کا انکار کرے اس سے قتال کرو، عہد نہ توڑو اور مال غنیمت میں چوری نہ کرو، مثلہ نہ کرو (ناک کان نہ کاٹو) اور نابالغ بچوں کو قتل نہ کرو۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انطلقوا باسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله، ولا تقتلوا شیخا فانیا ولا

۸۳۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۵۷، رقم ۱۷۳۱۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۸۲، رقم ۲۶۱۲

۸۴۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۸۳، رقم ۲۶۱۳

طفلاولا صغیرا ولاامرأة، ولا تغلوا وضموا غنا ئمکم وا صلحوا و احسنوا ان اللہ یحب المحسنین (۸۵)

اللہ کے نام سے اللہ کی توفیق کے ساتھ، اللہ کے رسول کے دین پر، روانہ ہو جاؤ، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بچے کو، نہ کسی نابالغ کو اور نہ عورت کو اور غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور غنیمت کے مال کو جمع کرنا اور اصلاح کرنا اور احسان کرنا۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غزوے میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل پر ناگواری کا اظہار فرمایا۔ (۸۶)

ابوایوب انصاری کہتے ہیں کہ میں نے رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ باندھ کر قتل کرنے سے منع فرما رہے تھے آپ نے فرمایا:

فوالذی نفسی بیدہ لو کانت دجاجة ماصبر تھا (۸۷)

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مرغی بھی ہو تو میں اس کو بھی باندھ کر نا ماروں۔

اعصام المزنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریے میں بھیجا اور فرمایا:

اذارأیتم مسجد ااوسمعتم مؤ ذنا فلاتقتلو ااحدا (۸۸)

جب تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان سنو تو کسی کو قتل نہ کرنا۔

حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے میں کسی قوم پر چڑھائی کرتے تھے تو اس وقت تک حملہ نہیں کرتے تھے جب تک صبح نہ ہو جائے۔ جب صبح ہو جاتی اور اذان کی آواز سن لیتے تو رک جاتے اور اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو صبح ہونے کے بعد حملہ کرتے۔ (۸۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۸۵۔ ابوداؤد: ج۲، ص۳۸۳، رقم ۲۶۱۴ ۸۶۔ بخاری: ج۲، ص۲۷۶، رقم ۳۰۱۴، ۳۰۱۵

۸۷۔ ابوداؤد: ج۲، ص۴۱۱، رقم ۲۶۸۷ ۸۸۔ ابوداؤد: ج۲، ص۳۹۰، رقم ۲۶۳۵

۸۹۔ بخاری: ج۲، ص۲۵۹، رقم ۲۹۴۳

من دخل دار ابی سفیان فھو آمن ومن القی السلاح فھو آمن ومن اغلق بابه فھو آمن (۹۰)

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا اس کو امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو بھی امن ہے۔

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ کسی وادی میں چڑھتے تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے۔(۹۱) حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔(۹۲)

ان روایات کی روشنی میں یہ آداب جہاد واضح ہوتے ہیں:

آداب جہاد ایک نظر میں

۱۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرنا۔

۲۔ بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہنا

۳۔ نشیب میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا

۴۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا

۵۔ نماز کی طرف رجوع کرنا

۶۔ اللہ سے عافیت مانگنا

۷۔ مقابلے کے وقت دشمن کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ قبول کرلیں تو قتال سے باز رہنا

۸۔ اگر دشمن دعوت اسلام قبول نہ کرے اور جزیہ دینا منظور کرلے تو قتال سے باز رہنا

۹۔ دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرنا

۱۰۔ مقابلے کے وقت صبر کرنا

۱۱۔ تقویٰ اختیار کرنا

۱۲۔ آپس میں تنازع نہ کرنا

۱۳۔ اترانا اور دکھاوا نہ کرنا

۱۴۔ اپنی جان و مال سے جہاد کرنا

۹۰۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۹۰، رقم ۱۷۸۰   ۹۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۷۱، رقم ۲۹۹۲

۹۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۱۷۱، رقم ۲۹۹۳

۱۵۔ جہاد میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ثابت قدم رہنا

۱۶۔ عہد شکنی نہ کرنا

۱۷۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا

۱۸۔ مقتولین کا مثلہ (ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کاٹنا) نہ کرنا

۱۹۔ کسی بچے کو قتل نہ کرنا

۲۰۔ کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا

۲۱۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا

۲۲۔ کسی عبادت گزار، راہب، پادری وغیرہ کو قتل نہ کرنا

۲۳۔ کسی اپاہج ومعذور کو قتل نہ کرنا

۲۴۔ کافروں کے ہاں مزدوری کرنے والوں کو جو جنگ میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو، قتل نہ کرنا

۲۵۔ کسی کو باندھ کر قتل نہ کرنا

۲۶۔ دشمن کے علاقے میں مسجد دیکھو تو کسی کو قتل نہ کرو

۲۷۔ اذان سنو تو کسی کو قتل نہ کرو

۲۸۔ اصلاح احوال کرنا

۲۹۔ احسان کرنا

۳۰۔ حد سے تجاوز نہ کرنا

یہ ہے وہ اسوۂ حسنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا ہے اور یہی وتعلیمات ہیں جو آپ ﷺ نے جہاد وقتال کے سلسلے پر تعلیم فرمائی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ جیسے معرکے کو ایک نظام میں سمودینا اور اس کے بھی آداب مقرر کر کے اسے جہاد میں تبدیل کر لینا پوری انسانیت کے لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان عظیم ہے، جس کا شکر پوری انسانیت پر واجب ہے۔